Journal of Religion & Society **(JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

An Analytical Study on the Determination of Rights and Duties of Family Members in Muslim Society

مسلم معاشرے میں عائلی افراد کے حقوق و فرائض کا تعین و تحقیقی جائزہ

Mr.Muhammad Iftikhar Ahmad
Ph.D Scholar Department of Islamic Studies, Imperial College of Business Studies, Lahore
Dr. Muhammad Imtiaz Hussain
Assistant Professor, Imperial College of Business Studies, Lahore.

Abstract

Humans need social relationships to live their lives. Humans are indebted to the special blessings of their Creator, the universe, for their existence, upbringing, education, health, and in all aspects of life, step by step until death. They also need social interaction with each other. The social institution that humans, as social members, need immediately after their existence is called the "family." Muslim society can consist of not only Muslims but also non-Muslims. Therefore, in Semitic religions, the basic unit of family life is the parents. In Jewish teachings, the greatness of parents is recognized and children are given the authority to follow their parents regarding their rights. In Jewish teachings, the husband is the guardian of the wife. Therefore, it is necessary for the wife to assert her husband's rights. In Jewish society, the wife shares the responsibilities of the family with the husband in power. "The wife is her husband's helper." In Jewish religion, if the husband makes a decision that the wife does not like, the wife has the right to respectfully express her opinion, but she will still cooperate with him.The explanation that Christianity gave of social rights and duties is arbitrary and distorted wherever it wanted. But still, the concept of authority related to some social rights and duties is found in Christianity, which seems to have a divine color.Islam is pure and its moderate system of marriage is a witness to its justice and that is the method of "Nikah" which Allah introduced for all human beings to satisfy their sexual life with the same sex and it was also commanded in the Quran. In the religion of Islam, a man is given the option of only four marriages.

Keyword: *Muslim Society, Members Of Muslim Society, Family Rights And Duties, Determination, Review.*

انسان اپنی زندگی بسر کرنے کیلئے سماجی تعلقات کا محتاج ہے انسان اپنے وجود، پرورش، تعلیم، صحت غرضیکہ زندگی کے تمام معاملات میں قدم بقدم دم مرگ تک جہاں اپنے خالق کائنات کی خاص عنایتوں کے مرہون منت ہے وہاں ایک دوسرے کیساتھ سماجی تفاعل کا احتیاج بھی رکھتاہے، انسان بطور سماجی رکن اپنے وجود کے فورا بعد جس معاشرتی ادارے کا محتاج ہوتا ہے وہ ادارہ "عائلی خاندان" کہلاتا ہے۔یہی وہ ادارہ ہوتا ہے جو انسان کی جسمانی، روحی، اخلاقی اور فکری پرورش کی بنیاد رکھتا ہے اس ادارے میں رہن سہن کے طور طریقوں کو عائلی نظام زندگی کہا جاتا ہے۔ عائلی زندگی ہی انسانی شخصیت کی پہلی اینٹ رکھتی ہے اور اسکی تعمیر سازی کا آغاز کرتی ہے۔عائلی زندگی کی بنیادی ایکائی کی حیثیت میاں بیوی کو حاصل ہے، انہی کے ازدواجی تعلقات سے اس زندگی کی ابتداءہوتی ہے۔

عائلی زندگی کا معنی ومفہوم اور تعارف

1.عائلی زندگی کا لغوی مفہوم

عائل عربی زبان کا لفظ ہے جس کو بااعتبارِ لغت کئی معانی کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ عربی زبان میں عورت کیلئے عائلہ کا لفظ استعمال ہوا ہے، افرادِ خانہ کیلئے استعمال ہوا ہے یعنی گھر میں جتنے افراد ہیں ان کے لئے عائل لفظ لایا گیا ہے اور گھر کی عورت سے مراد بیوی ہے اس کو عائل کہا گیا ہے۔عائل کی جمع عائلات ہے اور بعض کے نزدیک عائل کی جمع عیال بھی ہے عائل سے مختلف الفاظ بنتے ہیں اور مختلف معانی رکھتے ہیں۔ یہ لفظ بڑی اپنے اندر وسعت رکھتا ہے عیال داری سے مراد ہے گھر اور گھر کے افراد جس میں بیوی بچے والدین سب شامل ہیں۔ جس کہ ہم آئندہ سطور میں وضاحت کریں گے اور عائلی زندگی کیلئے بھی اسی حرف کو لایا جاتا ہے، عال یعول عول۔ عائلی زندگی کیلئے اردو زبان میں لفظ خاندان بولا جاتا ہے جبکہ فارسی زبان میں عائلی زندگی کیلیے لفظ خانواوہ استعمال کیا جاتا ہے۔علامہ ابنِ منظور افریقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"عول: العَوْل: المَيْل فِي الحُكْم إِلى الجَوْر. عالَ يَعُولُ عَوْلًا: جَارَ ومالَ عَنِ الْحَقّ. وَفِي التَّنْزِيلِ الْعَزِيز: ذٰلِكَ أَدْنى أَلَّا تَعُولُوا۔[1]"

”عول،العول، میل اور جور کے حکم میں ہے۔عال یعول عولا جار اور مال کیلیے استعمال ہوا ہے جیسا کہ قرآن میں بھی ہے کہ اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔“

---

[1] جمال الدين ابن منظور الأنصاري الإفريقى، لسان العرب، دار صادر بيروت،48/11

محمد بن یعقوب فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"عالَ: جارَ ومالَ عن الحَقِّ، نَقَصَ وجارَ، أو زادَ، يَعولُ ويَعيلُ۔" [2]

"عال: جار اور مال کے متعلق ہے جو کہ نقصان اور زیادتی کے بارے میں بھی ہے، یعول و یعیل۔"

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عَالَهُ وغاله يتقاربان. العَوْلُ يقال فيما يهلك، والعَوْلُ فيما يثقل، يقال: ما عَالَكَ فهو عَائِلٌ لي، ومنه: الْعَوْلُ، وهو ترك النّصفة بأخذ الزيادة. قال تعالى: ذٰلِكَ أَدْنى أَلَّا تَعُولُوا۔[3]

"عالہ اور غالہ دونوں قریب قریب ہیں غول کو ہلاکت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور عول کو بوجھ کیلیے، کہ جو تجھ پر بوجھ ہے وہ مجھ پر بھی، اسی سے عول ہے جسکے معانی ناانصافی کرنے کے بھی ہیں جیسا کہ قرآن میں۔"

علم الصرف میں گردان کے اعتبار سے ابنِ منظور افریقی نے کہا کہ اس کی گردان عال یعول عائل سے ہے اور محمد بن یعقوب فیروز آبادی نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ جبکہ امام راغب اصفہانی نے اس کی وضاحت بیان کی ہے ۔

2.عائلی زندگی کا اصطلاحی مفہوم

اصطلاحی طور پر عائل یا عائلی زندگی سے مراد خاندان کی زندگی ہے وہ زندگی جو ایک گھر پر مشتمل ہوتی ہے جس میں گھر کے افراد سب سے اول میاں بیوی بچے، دادا دادی، نانا نانی، وغیرہ کے رشتے شامل ہیں۔ لیکن عصرِ حاضر میں یہ مفہومی طور پر گھر کے افراد جیسے کہ میاں بیوی اور بچوں کیلیے استعمال کیا جاتا ہے۔ علامہ عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ عائلی زندگی کے بارے لکھتے ہیں:

"عیال: بال بچے بیوی بچے زن و فرزند کیلیے لایا جاتا ہے، اور عول: سے مراد ہے بیوی بچوں کو پالنا، ان کی پرورش کرنا ہے، عیال دار: کنبے وال بیوی بچوں والا، عیال داری: بیوی بچے ہونا، عیال دار ہونا: بیوی بچوں میں پڑنا ان کا بوجھ اٹھانا۔"[4]

---

[2] محمد بن يعقوب الفيروزآبادى، القاموس المحيط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان، 1036/1

[3] الحسين بن محمد المعروف بالراغب الأصفهانى، المفردات في غريب القرآن، دار القلم، دمشق، 597/1

[4] عبدا لمجید ،جامع اللغات , مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، 615/3

اصطلاحی طور پر عائل، عائلی، عیال دار، عیال داری، یا جو بھی لفظ استعمال کیا جائے وہ ایک خاندان کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ گھر کے افراد کو ظاہر کرنا ہے افرادِ خانہ کا اظہار کرنا مقصود ہو تو اس کیلئے لفظ عیال بولا جاتا ہے اور اگر افرادِ خانہ کی پرورش کا ذکر مقصود ہو تو اس کیلیے لفظ عول بولا جاتا ہے اور بیوی بچوں کا ذکر مقصود ہو تو اس کیلیے لفظ عیال داری استعمال کیا جاتا کہ فلاں آدمی عیال دار ہے اس کا مقصد ہے کہ وہ بیوی بچوں والا ہے۔

3.عائلی زندگی کا تعارف از قرآن

خالقِ کائنات نے اس کائنات میں جتنی بھی مخلوق پیدا فرمائی ہے اس میں اشرف المخلوقات حضرتِ انسان کو بنایا اور یہ مقام بخشا اس لئے کہ یہ کائنات کا مرکز ہے اوراس کائنات میں جتنی بھی اللہ کی پیدا کردہ نعمتیں ہیں سب اس کیلیے ہیں گویا کہ انسان کو اللہ کی کائنات میں مرکزیت حاصل ہے پوری کائنات میں بغور نظر ڈالیں تو ابتداء اور کائنات می غرض وغایت ہی انسان ہے جیس کہ درج ذیل آیات میں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا ۔[5]

"اور تمہیں جوڑے بنایا۔"

قرآن مجید فرقانِ حمید کی مندجہ بالا آیات میں اللہ نے سب سے پہلی آیتِ مبارکہ "وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا" "اور تمہیں جوڑے بنایا۔" میں عائلی زندگی اور بقاعِ نسل انسانی کی خشتِ اول یعنی کہ اس کے تعلقِ ازواج کو بیان فرمایا اور اس کے بعد اللہ نے اس انسان کیلئے جو بھی نعمتیں پیدا فرمائی ہیں ان کا ذکر فرمایا ہے کہ دنیا کی تمام نعمتیں انسان کیلئے ہیں، سورج اس انسان کو فائدہ دیتا ہے اسے روشنی مہیا کرتا رات اس کو فائدہ دیتی ہے کہ انسان اس میں آرام کرتا ہے، دن ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ؛ وہ اس کے روز گار کیلیے بنایا کہ اس میں چمکتے سورج کی روشنی میں وہ چل پھر کر اپنا زمین پر رزق تلاش کرے، اس انسان کے لیے زمین میں باغات پیدا فرمائے الغرض انسان کیلیے طرح طرح کی نعمتیں پیدا فرمائیں۔ یہ ایک مکمل نظام کی تصویر ہے جس میں مرکزی نظام انسان کا نظام ہے اور وہ ہے عائلی نظام

4.عائلی زندگی کا تعارف از حدیث

حدیث نبوی میں بھی لفظ عال، عائل، عائلہ، یعول مذکور ہے جس کا معنٰی ہے خرچ کرنے والا، اپنے اہل وعیال پہ خرچ کرنے والا، اور اہل خامہ کا بوجھ اٹھانے والا مراد ہے۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

[5] النبا 78: 8تا16

دُ الْمُعْطِي الْعُلْيَا، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، أُمَّكَ وَأَبَاكَ وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ، ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ.»[6]

"اوپر والا ہاتھ افضل ہے اور پہلے اپنے اوپر خرچ کرو اور اس کے بعد ان پر جن پر خرچ تمارے ذمے ہے جیسے تماری ماں تمارا باپ تماری بیٹی، تمہارا بیٹا، پھر ایسے ہی اس کے بعد پھر اس کے بعد۔"

ان احادیث میں تعول ذکر ہے جو کہ عال سے ہے جس کا معنی بھی وہی کہ خرچ کرنے والا، گزشتہ بحث سے معلوم ہوا کہ عال، یعول، عائلہ، عیلہ مختلف معانی کیلئے استعمال ہوئے ہیں عائل یا عیال یا پھر عائلی کو لغوی تشریح کے طور پر اگر اسے دیکھا جائے تو اس کے کئی معانی ہیں، عائل کو مجموعی طور پر بیوی بچوں خاندان اور گھر کے نظام کیلئے اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ اس میں ان سب افراد کا ایک فرد پر بوجھ ہوتا ہے ایک فرد پر ذمہ داری ہوتی ہے۔

5.عائلی زندگی میں حقوق و فرائض کا تعین

ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں اس معاشرے میں دیگر مذاہب کے لوگ موجود ہیں جن میں اہل کتاب شامل ہیں جنہیں شریعتیں ملی ہوئی ہیں وہ اپنی زندگی اپنی شریعت کے مطابق بسر کرتے ہیں جس کی انہیں آئینی و قانون اجازت ہے ان کی شریعتوں میں حقوق و فرائض سے متعلقہ کچھ اختیارات ہیں جو اس معاشرے کے ان پر لازم ہوتے ہیں۔ یہی حقوق فرائض ہیں۔ اسی طرح دوسرے معاشرے کے لوگوں پر جو فرائض ہیں، وہ حقوق ہیں۔یہودی معاشرے میں اپنے حقوق لینے پر تو بہت زیادہ توجہ دی جاتی ہے اور اس کے لیے تربیتی پروگرام منعقد کیے جاتے ہیں لیکن دوسروں کے حقوق دینے یعنی اپنے فرائض انجام دینے پر زیادہ توجہ نہیں دی جاتی ہے۔انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے فرائض پہلے انجام دے، پھر اپنے حقوق کا مطالبہ کرے۔ اگر ہم دوسرے شہریوں کے حقوق پر توجہ دیں گے تو ہمیں اپنے حقوق خود بخود حاصل ہو جائیں گے۔یہودی تعلیمات میں عائلی حقوق و فرائض کا تعین بھی ملتا ہے۔

یہودیت میں عائلی افراد کے حقوق و فرائض کا تعین

1.والدین کی اتباع

یہودی تعلیمات میں عائلی حقوق و فرائض میں سے یہاں پر سب سے پہلے رشتہ داروں سے متعلقہ حقوق سے متعلق اختیارات کی وضاحت کروں گا۔عائلی زندگی کی بنیادی اکائی والدین ہیں۔یہودی تعلیمات میں والدین کی عظمت کو تسلیم کیا جاتا ہے اور ان کے حقوق سے متعلق بچوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے والدین کا اتباع کریں

6 أحمد بن شعيب بن علي النسائي ،السنن الكبرى، ،مؤسسة الرسالة بيروت، 50/3

۔والدین کا احترام کرنے سے ہمیں خود بھی فائدہ ہوتا ہے۔ بائبل میں نہ صرف اختیار والوں کا حکم ماننے کو کہا گیا ہے بلکہ ساتھ میں اِس کے فائدے بھی بتائے گئے ہیں۔

"بائبل میں بچوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ والدین کا کہنا مانیں تاکہ اُن کا بھلا ہو اور اُن کی عمر دراز ہو۔ "[7]

"ہمیں کلیسیا کے بزرگوں کا احترام کرنے کو کہا گیا ہے کیونکہ اِس میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔" [8]

2.والدین کی نافرمانی کی وجہ

یہودی تعلیمات میں ہے کہ انسان تب دوسرے کے حقوق سلب کرتا ہے جب وہ یہووہ کا نافرمان بن جاتا ہے زبور میں لکھا ہے:

"ہمیں والدین کا کہنا ماننا اِس لئے مشکل لگتا ہے کیونکہ ہم پیدائشی طور پر گُناہ کی طرف مائل ہیں۔ اِس کے علاوہ اختیار رکھنے والوں میں بھی خامیاں پائی جاتی ہیں جس وجہ سے ہمیں اُن کا احترام کرنا مشکل لگتا ہے۔ گُناہ کا آغاز تب ہوا جب آدم اور حوا نے باغِ عدن میں خدا کے اختیار کے خلاف بغاوت کی۔ چونکہ ہم سب اُن کی اولاد ہیں اِس لئے ہم پیدائش سے ہی اختیار والوں کے خلاف بغاوت کرنے کی طرف مائل ہیں۔"[9]

گُناہ کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے ہمارے دل میں غرور اور گھمنڈ جیسی خامیاں آسانی سے جڑ پکڑتی ہیں جبکہ عاجزی اور حلم جیسی خوبیاں پیدا کرنے کے لئے ہمیں محنت کرنی پڑتی ہے۔

3.شوہر نگران ہے

یہودی تعلیمات میں بھی شوہر عورت کا نگران ہے۔ اس لئے عورت پر لازم ہے کہ وہ شوہر کے حقوق اپنے پر لازم کر لے۔

"اگر ایک عورت کا شوہر یہوواہ خدا کا خادم نہیں ہے تو یہ اُس عورت کے لئے آسان نہیں ہوتا۔ لیکن اگر وہ پھر بھی اپنے شوہر کے تابع رہے گی تو شاید اُس کا شوہر بھی یہوواہ خدا کی عبادت کرنے لگے۔"[10]

---

[7] تواریخ 16:26؛ 25:32، 26
[8] کتاب امثال ۱۳:۷، ۱۷
[9] کتاب امثال ۶:۲، ۳
[10] تواریخ 16:26

4.بیوی شوہر کی معاون

یہودی معاشرے میں خاندان کی ذمہ داریوں میں بیوی اختیارات میں شوہر کی شریک ہے۔"بیوی اپنے شوہر کی مددگار رہے۔"[11]

5.شوہر کی فرمانبرداری

یہودی مذہب میں اگر شوہر کوئی ایسا فیصلہ کرے جو بیوی کو پسند نہیں ہے تو بیوی کو اختیار ہے کہ وہ احترام سے اپنی رائے پیش کر سکتی ہے لیکن پھر بھی وہ اُس کے ساتھ تعاون کرے گی۔[12]

6.نیک اولاد باعث فخر

یہودی معاشرے میں معاشرتی حقوق میں سے ہے کہ اپنے گھر کا ماحول خوشگوار رکھا جائے جس سے معاشرے کے لوگ خوش ہوتے ہیں اِس کے علاوہ اُن کے ماں باپ بھی خوش ہوتے ہیں اور اُن کی نیک نامی ہوتی ہے۔ آجکل اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ماں یا باپ اکیلے میں بچوں کی پرورش کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں یہ اَور بھی ضروری ہے کہ بچے اپنی ماں یا اپنے باپ کے فرمانبردار ہوں، اُس کے ساتھ تعاون کریں اور اُس کی مدد کریں۔

"جب خاندان کے تمام افراد اُس ذمہ داری کو پورا کرتے ہیں جو خدا نے اُن کے لئے مقرر کی ہے تو گھریلو ماحول خوشگوار ہو جاتا ہے اور خاندان کے بانی یہوواہ خدا کی بڑائی ہوتی ہے۔"[13]

7.بیٹا باپ کا وارث

یہودی تعلیمات میں بیٹا اپنے باپ کا وارث ہے اور گھر کے حقوق ادا کرنے کا اختیار اسے حاصل ہے۔

"یہوواہ خدا نے اپنے بڑے بیٹے کو کلیسیا کے حکمران کے طور پر مقرر کیا ہے۔"[14]

"دیانتدار اور عقلمند بیٹے جماعت کو یہ ذمہ داری سونپی ہے کہ وہ خدا کے خادموں کو روحانی خوراک فراہم کرے۔"[15]

---

11 متی ۲۲:۳۷-۳۹؛ ۲۶:۵۲
12 یسعیاہ ۲۲:۳۳۔
13 کتاب امثال ۱۴:۳، ۱۵
14 کلسیوں ۱:۱۳
15 متی ۲۴:۴۵-۴۷

8.والدین کی اتباع خدا کی اتباع

یہوواہ کے گواہوں کی گورننگ باڈی "دیانتدار اور عقلمند نوکر" جماعت کی نمائندگی کرتی ہے۔ وہ پہلی صدی کی گورننگ باڈی کی طرح آج بھی خطوں اور اپنے نمائندوں کے ذریعے کلیسیا کے بزرگوں کو ہدایات فراہم کرتی ہے۔

عبرانیوں میں لکھاہے:

"جب ہم بزرگوں کے اختیار کا احترام کرتے ہیں تو ہم اصل میں یہوواہ خدا کے فرمانبردار ہوتے ہیں۔[16]

یہودی تعلیمات میں معاشرتی حقوق و فرائض میں ہے کہ کہ اولاد پر والدین کی اتباع لازم ہے اس لئے ان کے حقوق کا خیال رکھا جائے۔ بڑوں کا احترام کرنا، والدین کی فرمانبرداری کرنا، عورت کا شوہر کو اپنا نگران تسلیم کرنا، بیٹے کا اپنے والد کو بحیثیت باپ بڑا جان کر اس کی تعظیم و توقیر بجالانا لازم ہے۔یہودی معاشرتی اختیارات میں سے ہے کہ بیٹا اپنے باپ کے گھر کو اور اہل خانہ کو اپنے گھر کو بطریق احسن چلانے کے لئے تلقین کرے۔

9.بڑوں کا احترام

والدین کے ساتھ ساتھ سب بڑوں کی عزت کرنے کا اختیار دیا گیا ہے جو کہ بڑوں کا حق بھی ہے۔

یہودی تعلیمات کی کتاب پطرس میں لکھاہے:

"بڑوں میں سب کی عزت کرو۔"[17]

یہ بہت ضروری ہے کیونکہ ایسا کرنے سے ہم خدا کی محبت میں قائم رہ سکیں گے۔ البتہ اِس سلسلے میں یہ سوال اُٹھتے ہیں: ہمیں اختیار والوں کا احترام کرنا مشکل کیوں لگتا ہے؟ یہوواہ خدا ہمیں اختیار والوں کا احترام کرنے کا حکم کیوں دیتا ہے؟ اِس حکم پر عمل کرنے میں کونسی خوبی ہمارے کام آئے گی؟ اور ہم اختیار والوں کے لئے احترام کیسے ظاہر کرسکتے ہیں؟ آئیں اِن سوالوں پر غور کریں۔یہودی مذہب سامی ادیان میں سے ایک بڑا مذہب ہے اور اس کی تعلیمات الہامی ہیں جن میں آج یہودی علماء نے تحریف کردی ہے۔ لیکن اس تحریف کے باوجود معاشرتی تعلیمات ایسی موجود ہیں جو کہ الہامی ہی ہیں۔ ان الہامی تعلیمات میں معاشرتی حقوق و فرائض سے متعلق دیگر تعلیمات موجود ہیں۔ یہاں پر معاشرے کے مشترق حقوق و فرائض کے متعلق یہودی تعلیمات کی وضاحت کروں گا۔

---

16 تواریخ 16؛ 32

17 کتاب امثال ۱۷:۲

10. پڑوسی کا خیال رکھنا

معاشرتی حقوق و فرائض میں سے ہے کہ پڑوسی کا بھی خیال رکھا جائے اور مذہب ایک فرد کو اختیار دیتا ہے کہ وہ اپنے پڑوسی پر خرچ کرے، اس کا خیال رکھے اس سے حسن سلوک کرے۔

مرقس میں لکھا ہے:

"اختیار والوں کا احترام کرنے کی سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ ہم یہوواہ خدا سے، اپنے پڑوسی سے اور خود سے محبت رکھتے ہیں۔ چونکہ ہم یہوواہ خدا سے گہری محبت رکھتے ہیں اِس لئے ہم اُس کے دل کو شاد کرنا چاہتے ہیں۔"[18]

11. استاد کی تعلیم پر عمل

یہودی معاشرے میں استاد کے حقوق و فرائض سے متعلق مذہب ایک فرد کو اختیار دیتا ہے کہ وہ معلم کا احترام کرے۔

"معاشرے کے لئے احترام ظاہر کرنے میں یہ بھی شامل ہے کہ ہم معلم اور اُس کے اہلکاروں سے احترام سے پیش آئیں ان کی تعلیم پر عمل کریں۔"[19]

12. عورت کا مقام

معاشرتی حقوق و فرائض میں یہودی مذہب میں عورت کو بھی بڑا مقام دیا گیا ہے کہ جب فرشتے دیکھتے ہیں کہ یہوواہ خدا کی آسمانی اور زمینی تنظیم میں تمام افراد خدا کے اختیار کو تسلیم کرتے ہیں تو اُن کو فائدہ حاصل ہوتا ہے، خاص طور پر جب وہ دیکھتے ہیں کہ خطاکار انسان خدا کے اختیار کا احترام کرتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ فرشتوں کو بھی یہوواہ خدا کے اختیار کو تسلیم کرنے کی ضرورت ہے اور ماضی میں بہت سے فرشتوں نے ایسا نہیں کیا۔ فرشتے شاید ایک عورت کو دیکھیں جو کلیسیا کے ایک بپتسمہ یافتہ بھائی سے زیادہ علم رکھتی ہو اور اُس سے زیادہ عقلمند اور تجربہ کار ہو۔ لیکن اِس کے باوجود یہ بہن اُس بھائی کے اختیار کو تسلیم کرتی ہے۔

"یہودی تعلیمات یافتہ بہنیں یہووہ کی ہم میراث ہیں۔"[20]

---

18 کتاب خروج ۱۲:۲۹، ۳۰

19 عبرانیوں ۱۰:۲۴،

20 زبور ۲۶: ۲۵

”اُنہیں ایک دن فرشتوں سے بھی اُونچا مقام دیا جائے گا اور وہ یہوواہ کے ساتھ آسمان پر حکمرانی کریں گی۔“[21]

لیکن یہ بہنیں بھی کلیسیا میں بھائیوں کے اختیار کو تسلیم کرتی ہیں۔ واقعی یہ بہنیں فرشتوں کے لئے عمدہ مثال قائم کرتی ہیں! عورتوں کے لئے یہ بہت بڑا شرف ہے کہ اُنہیں کروڑوں فرشتوں کے سامنے اپنی وفاداری، تابعداری اور فرمانبرداری ظاہر کرنے کا موقع دیا گیا ہے۔

13. مرد عورت کا نگران ہے

معاشرتی حقوق و فرائض میں سے ہے کہ یہودی مذہب میں نگرانی کا اختیار مرد کو دیا گیا ہے کہ وہ عورت کا نگران ہے۔ پولس رسول نے ایسی صورتحال کی طرف اشارہ کیا جو خاندان اور کلیسیا میں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اُس نے لکھا:

”عورت کا سر مرد ہے۔ جو عورت بے سر ڈھکے دُعا یا نبوّت کرتی ہے وہ اپنے سر کو بے حُرمت کرتی ہے۔“[22]

یہودی مرد عورت کا نگران ہے اسی لئے اس کی بے حرمتی ہو گی جب اس کی عورت اس کی نگرانی کو قبول نہیں کرے گی۔ اس لئے عورت کو اپنے شوہر کو نگران تصور کرنا ہو گا۔

14. گھر کا ذمہ دار مرد ہے

معاشرتی اختیارات کے اعتبار سے مرد گھر کا نگران ہے اور گھر کے تمام حقوق پورے کرنا مرد کا کام ہے کیونکہ یہوواہ خدا نے محنت کرنے کی بہترین مثال قائم کی ہے۔ پیدایش ۱:۱ میں لکھا ہے:

”خدا نے اِبتدا میں زمین و آسمان کو پیدا کیا۔“ زمین پر سب چیزوں کو خلق کرنے کے بعد یہوواہ خدا نے اِنہیں ”بہت اچھا“ قرار دیا۔“[23]

اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہوواہ خدا نے اپنی محنت سے خوشی حاصل کی اور مرد کو بھی چاہیے کہ گھر کا وہ نگران اور تمام حقوق وہ پورے کرے۔ جیسا کہ زمین کو خلق کرنے کے بعد بھی یہوواہ خدا محنت کرتا رہا۔ یسوع مسیح نے کہا:

”میرا باپ اب تک کام کرتا ہے۔“ [24]

21 اعمال ۲: ۲۵
22 زبور ۳: ۵
23 پیدایش ۱:۳۱
24 یوحنا ۵:۱۷

یہوواہ خدا نے اب تک کونسے کام کیئے ہیں؟ اُس نے انسان کے لئے راہنمائی فراہم کی ہے اور اُن کی ضروریات پوری کی ہیں۔ اُس نے ایک 'نئی مخلوق' کو وجود دیا ہے یعنی اُن یہودیوں کو جو یسوع مسیح کے ساتھ آسمان پر حکمرانی کریں گے۔[25]

خدا نے اپنے خادموں کو زمین پر ہمیشہ کی زندگی دلانے کا بندوبست بھی کِیا ہے۔[26] یقیناً یہوواہ خدا اپنی محنت کے پھل سے بہت خوش ہے کیونکہ لاکھوں لوگوں نے بادشاہت کی خوشخبری کو قبول کر لیا ہے۔ خدا نے اِن کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے اور اُنہوں نے اُس کی محبت میں قائم رہنے کے لئے اپنی زندگی میں تبدیلیاں لائی ہیں۔[27]

مسیحیت میں عائلی افراد کے حقوق فرائض کا تعین

مسیحیت میں سے جو لوگ متعصب ہے، ان کا کا یہ قاعدہ رہا ہے کہ وہ ہر اچھی چیز ، حقوق و فرائض کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ نعمت ہمارے ذریعے سے دنیا کو ملی ہے ورنہ دنیا ان چیزوں سے ناآشنا اور نری جہالت میں مبتلا تھی اور کسی کو کچھ اختیار حاصل نہ تھا۔

مسیحیت نے بھی معاشرتی حقوق و فرائض کی جو وضاحت پیش کی وہ ان کی من مانی ہے کہ جہاں چاہا تحریف کر ڈالی۔ لیکن پھر بھی کچھ معاشرتی حقوق و فرائض سے متعلق اختیارات کا تصور مسیحیت میں ملتا ہے جس میں الہامی رنگ نظر آتا ہے۔ یہاں پر انہی معاشرتی حقوق و فرائض سے متعلق مرد اور عورت کے اختیارات کا جائزہ پیش کروں گا۔

1. باپ رب کا روپ

گھر کے افراد کے حقوق و فرائض کی ادائیگی میں مرد بحیثیت باپ سب سے بڑا ذمہ دار ہے اور اسے تمام افراد پر اختیار دیا گیا ہے۔ اور مسیحیت میں لکھا ہے کہ:

"مسیحی باپ اپنے بچوں کے ساتھ اِس طرح سے پیش آتا ہے جس طرح مسیح کلیسیا کے ساتھ پیش آتا ہے۔"[28]

[25] زبور ۱۷:۵
[26] رومیوں ۲۳:۶
[27] یوحنا ۴۴:۶۔
[28] متی ۳۹: ۲۶

2.ماں کی فرمانبرداری

معاشرے کی سب سے بڑی معمار ماں بحیثیت بیوی ہے ان پر معاشرے کے حقوق و فرائض عائد کئے گئے کہ وہ بچوں کی بہتر پرورش کرے اور بچوں پر ماں کی تابعداری عائد کی گئی۔

افیسوں میں لکھا ہے:

"بیوی کو بھی خاندان میں اختیار سونپا گیا ہے کیونکہ بائبل میں بچوں کو کہا گیا ہے کہ وہ 'اپنی ماں کے فرمانبردار رہیں۔"[29]

3.ماں کا درجہ

معاشرتی گھریلو ذمہ داریوں میں ماں شریک ہے مگر ماں کا درجہ شوہر سے کم ہے اور اسے شوہر کی نسبت کم اختیارات حاصل ہیں تاکہ وہ سکھی رہے۔

"مسیحی عورت ایکا اختیار شوہر کے اختیار سے کم ہے۔بیوی اپنے شوہر کی حمایت کرنے سے اُس کے لئے احترام ظاہر کرتی ہے"۔[30]

4.شوہر خاندان کا سربراہ

یسوع نے شوہر کو خاندان کے سربراہ کے طور پر مقرر کیا ہے تمام حقوق و فرائض اس کے ذمہ ہیں۔

"شوہر کا سربراہ مسیح ہے۔ لہٰذا شوہر کو اپنے خاندان کے ساتھ اِسی طرح پیش آنا چاہئے جیسے مسیح کلیسیا کے ساتھ پیش آتا ہے۔اِس طرح وہ مسیح کے لئے احترام دکھاتا ہے۔" [31]

5.شوہر کا ذمہ داری نبھانا

معاشرتی افراد میں اہل خانہ کا حق ہے کہ وہ اپنے خاندانی کے تمام حقوق ادا کرے۔

"شوہر کو اپنی ذمہ داری سے جان نہیں چھڑانی چاہئے اور نہ ہی اپنے خاندان پر سختی کرنی چاہئے۔"[32]

---

29 افسیوں ۶:۱
30 پطرس ۳:۱
31 افسیوں ۵:۲۳
32 متی ۳۹؛ ۲۶

6.اہل خانہ سے نرم رویہ

معاشرے کی سب سے پہلی اینٹ گھر ہوتا ہے اور گھر کی ذمہ داریوں میں ہے کہ اہل خانہ کے ساتھ نرمی کا رویہ کیا جائے۔

"اِس کی بجائے اُسے اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا چاہئے اور اپنے خاندان کے ساتھ نرمی اور پیار سے پیش آنا چاہئے۔" [33]

7.اہل خانہ کو یہوہ کے احکام کا تابع بنانا

شوہر جانتا ہے کہ اُس کا اختیار یہوواہ خدا کے اختیار سے کم ہے۔ لہٰذا اُسے اپنے خاندان سے کسی ایسی بات کی توقع نہیں کرنی چاہئے جو یہوواہ خدا کے حکموں کے خلاف ہو۔[34]

8.بیوی شوہر کی معاون

مسیحی معاشرے اور خاندان کی ذمہ داریوں میں بیوی اختیارات میں شوہر کی شریک ہے۔ "بیوی اپنے شوہر کی مددگار ہے۔"[35]

9.بیوی کیلئے شوہر کا احترام

بیوی اپنے اختیارات اور فرائض کی ادائیگی سے انکار نہیں کرے گی۔ وہ اپنے شوہر کو یہ احساس نہیں دلائے گی کہ وہ خاندان کی سربراہی کرنے کے قابل نہیں ہے۔ وہ اپنی بات منانے کے لئے شوہر پر دباؤ نہیں ڈالے گی اور نہ ہی اُس کی جگہ خاندان کی سربراہی کرنے کی کوشش کرے گی۔[36]

10.بزرگ رشتہ دار خدا کا انعام ہیں

والدین کے علاوہ بزرگ رشتہ دار بھی خدا کا انعام ہیں ان کی بھی معاشرتی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو اولاد کو اچھی نصیحت کریں اور گھر اور معاشرے کے افراد کا فرض ہے کہ ان کی انعام سمجھ کر خدمت کریں۔

"بزرگ خدا کی پاک روح کے ذریعے مقرر کئے جاتے ہیں۔"[37]

---

33 تواریخ ۲۶:۱۶-۲۰
34 تواریخ ۲۶:۱۶-۲۰
35 متی ۲۲:۳۷-۳۹؛ ۲۶:۵۲
36 رومیوں ۱۳:۱-۷
37 ططس ۱:۵-۹

نگہبان کے طور پر مقرر ہونے کے لئے اِن آدمیوں کو بائبل میں بتائی گئی شرائط پر پورا اُترنا پڑتا ہے اور بائبل خدا کی پاک روح کے ذریعے لکھی گئی تھی۔

11. بڑا بھائی بھی نگہبان ہے

معاشرتی افراد میں بڑا بھائی بھی گھر کا نگران ہے اس کے اختیارات بھی باپ کے برابر ہیں جب بزرگ اِس بات پر غور کرتے ہیں کہ آیا ایک بھائی نگہبان کے طور پر مقرر ہونے کی شرائط پر پورا اُترتا ہے یا نہیں تو وہ خدا کی پاک روح کی مدد کے لئے دُعا کرتے ہیں۔[38]

اسلام میں عائلی افراد کے حقوق و فرائض کا تعین

1. نکاح کا جامع عائلی نظام

اللہ نے عائلی زندگی کا آغاز واِرتقاء ایک منظم طریقے کے مطابق کیا اور اس منظم طریقے سے ہٹ کر ہر طریقے کو ناجائز قرار دیا، اللہ کے ہاں جو ایک منظم اور جامع عائلی زندگی کا طریقہ ہے۔

اسلام نہ تو جنسی لذت کو اصل مقصود حیات قرار دیتا ہے اور نہ اس جذبے کو شر محض قرار دے کر اس کی بیخ کنی چاہتا ہے، افراط و تفریط کی ان دونوں انتہاؤں سے اسلام کا دامن پاک ہے اور اس کا معتدل نظام ازدواج اس پر شاہد عدل ہے اور وہ ہے "نکاح" کا طریقہ جس کو اللہ نے تمام انسانوں کیلیے ہم جنس کے ساتھ جنسی زندگی کی تسکین کے لئے متعارف کرایا اور اسکا قرآن میں حکم بھی دیا۔ مولانا محمد امجد قاسمی اس عائلی زندگی سے متعلق لکھتے ہیں:

> ”اسلام دین فطرت ہے اور اس کا سب سے بڑا امتیاز وہ روح اعتدال ہے جو اس کی ہر تعلیم اور ہر حکم میں جلوہ گر نظر آتی ہے، انسان میں موجود فطری، خلقی اور جنسی احساسات وجذبات کی تسکین اور تکمیل کے لیے اسلام نے انتہائی مرتب، جامع اور حکیمانہ ازدواجی نظام متعین کیا ہے ۔“[39]

اس نظام میں اللہ نے مرد وعورت کو مختلف اختیارات عطا فرمائے ہیں کہیں ذمہ داریاں مرد کو دیں تو کہیں عورت کو ذمہ داری دے کر پابند کیا گیا یوں کائنات میں ایک بہتر نظام متعارف کرایا۔

---

38 تیمتھیس ۳:۱-۷، ۱۲

39 امجد قاسمی ،اسلامی نظامِ نکاح، زاویہ پبلشرز قاسم باغ ،ملتان،2015ء،ص34

2. تعدد ازدواج کا تعین

دینِ اسلام میں مرد کو صرف چار شادیوں کا اختیار دیا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ نے اس عائلی زندگی سے متعلقہ احکام کو ایک جامع حکمتِ عملی کے تحت بنایا اور انسانی نسل کی بقاء اور اس کے تحفظ کے ساتھ ساتھ اللہ کے اس نظام میں انسانی فطری تقاضوں کا بھی خیال رکھا اور مقصدِ حیات کے تحت اس نظام کو تشکیل دیتے ہوئے ایک ہی وقت میں چار شادیوں کا اختیار دیا گیا۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا۔﴾[40]

"اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو"

اللہ نے اس آیتِ مبارکہ میں حکماً ارشاد فرمایا کہ تم نکاح کرو ان عورتوں سے جو تمہیں پسند آئیں، یہاں پر دو چیزیں قابلِ غور ہیں کہ اللہ نے فرمایا کہ اگر تمیں کوئی عورت پسند آتی ہے تو اس کے ساتھ زندگی کے خوبصورت لمحات بیتانے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے نکاح کہ کسی عورت کے ساتھ اک غیر محرم مرد کے تعلقات حلال صرف ایک ہی صورت میں ہو سکتے ہیں اور وہ ہے نکاح، ایک غیر محرم مرد کا ایک غیر محرم عورت کے ساتھ رہنا ایک ہی صورت میں درست ہو سکتا ہے اور وہ ہے نکاح۔ اس کے ساتھ ایک تاکید یہ بھی فرمائی کہ انصاف نہ کر سکو تو۔ اس کا مطب ہے کہ دو یا تین یا چار بیویاں ہو تو انصاف کرو برابری کے ساتھ۔

3. عورت کو دیکھنے کا اختیار

دینِ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ایک مرد غیر محرم عورت کو نہیں دیکھ سکتا مگر نکاح کا ادارہ کر لے تو اس عورت کو دیکھنے کا اور عورت کو خود کو دکھانے کا اختیار دیا گیا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اس معاملے میں اس قدر کھل کر تعلیمات دی کہ اس قدر کسی مذہب میں ایسی تعلیمات نہیں ملتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے مرد کے بارے جس کے دل میں کسی عورت کی محبت پیدا ہو جائے مگر اس نے اسے دیکھا نہ تو اسے بھی دیکھنے کا حکم ہے۔

---

40 النساء3:4

نیز حضور اقدس سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« إِذَا أَلْقَى اللَّهُ فِي قَلْبِ امْرِئٍ خِطْبَةَ امْرَأَةٍ، فَلَا بَأْسَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهَا »[41]

"جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کے دل میں کسی عورت سے شادی کا ارادہ ڈالے، تو اس عورت کو دیکھنے میں کچھ حرج نہیں ہے"۔

اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے جو" إِذَا أَلْقَى اللَّهُ فِي قَلْبِ امْرِئٍ خِطْبَةَ امْرَأَةٍ"کہ جس مرد کے دل میں اللہ کی طرف سے نکاح کا ارادہ ڈال دیا جائے تو اسے بھی چاہئے کہ وہ اس عورت کو ایک نظر دیکھ لے، اس کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ممکن ہے کہ وہ ایسی عورت سے نکاح کا رادہ کر لے کہ جس کی پاک دامنی اور پرہیز گاری کی بڑی شہرت ہو لیکن اس نے اس عورت کو دیکھا نہ ہو تو رسول اللہ نے اس مرد کو بھی دیکھنے کا حکم ہے اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ نکاح کا ارادہ رکھتا ہے اور استخارہ کرتا ہے اور اس کے دل میں اللہ کی طرف سے اس عورت سے نکاح کی بات ڈال دی جاتی ہے تو بھی اسے عورت کو دیکھ کر نکاح کا حکم ہے شریعت میں تو اس قدر بھی گنجائش ہے کہ اگر شہوت کا خدشہ بھی ہو تو بھی دیکھنا جائز ہے۔۔

علماءِ فقہ نے مرد و عورت کو فرمانِ نبوی ﷺ کی اطاعت کی نیت سے دیکھنے کا حکم دیا ہے کہ یہ دل میں نیت رکھی جائے کہ میں اللہ کے نبی ﷺ کی فرمانبرداری کر رہا ہوں تو اس کے بعد اگر دیکھنے سے دل میں شہوت بھی آئی تو وہ گنہگار نہیں ہیں اور یہی بات علامہ شامی اور مولانا امجد علی اعظمی نے بیان کی ہے۔علامہ سید ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ (م ۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

"ولو اراد ان يتزوج امرا فلا باس ان ينظر اليها ، وان خاف ان يشتهيها لقوله عليه الصلا والسلام للمغير بن شعب حين خطب امرا انظر اليها فانه احرى ان يودم بينكما "[42]

"اور اگر کسی عورت سے شادی کا ارادہ ہو تو اسے دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ اسے شہوت کا خوف ہو اس لئے کہ حضور ﷺ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب کہ انہوں نے ایک عورت کو پیغام نکاح دیا کہ اسے دیکھ لو کہ اس کی وجہ سے تم دونوں کے درمیان موافقت ہونے کا پہلو غالب ہے"۔

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی ﷺ فرماتے ہیں:

41ابن ماجة ،السنن، 599/1

42 سید ابن عابدین شامی، ردالمحتار، دارالکتب العلمية، بيروت، 611/9

" ایک صورت اور بھی ہے وہ یہ کہ اس عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو تو اس نیت سے دیکھنا جائز ہے کہ حدیث میں یہ آیا ہے کہ جس سے نکاح کرنا چاہتے ہو اس کو دیکھ لو کہ یہ بقائے محبت کا ذریعہ ہو گا، اسی طرح عورت اس مرد کو جس نے اس کے پاس پیغام بھیجا ہے دیکھ سکتی ہے اگرچہ اندیشہ شہوت ہو مگر دیکھنے میں دونوں کی یہی نیت ہو کہ حدیث پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔"[43]

اب یہاں پر قابل غور اسلام کا یہ ہے کہ جس عورت کو ایک غیر محرم مرد کو قطعاً دیکھنے کی اجازت نہیں ہے مگر ایک موقع پر آ کر ایک ایسی عورت کو دیکھنے کی اجازت دے دیتا ہے جس کو دیکھنا اللہ اور اس کے رسول کے ہاں عام حالات میں ممکن ہی نہیں ہے لیکن یہاں پر اجازت اس لئے دی جا رہی ہے کہ اسلام ایک جامع اور کامل و اکمل دین ہے جو بھی قانون لاتا ہے وہ بے مثل اور بے مثال ہوتے ہیں۔

4. حق مہر کا تعین

مرد کو حکم ہے کہ وہ عورت کا حق مہر ادا کرے اللہ نے شوہر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾۔[44]

"اے ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ عورتوں کے وارث بن جاؤ زبردستی اور عورتوں کو روکو نہیں اس نیت سے کہ جو مہر ان کو دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو مگر اس صورت میں کہ صریح بے حیائی کا کام کریں اور ان سے اچھا برتاؤ کرو پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے"

اللہ نے شوہر کو عورت کے ساتھ ہر حال میں، زندگی کے ہر موقع پر صبر و شکر کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی تلقین کی ہے اور یہاں پر اس آیتِ مبارکہ میں جو قابلِ توجہ بات ہے وہ یہ ہے کہ اللہ نے ایک ناصحانہ انداز میں مردوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا؛" وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ""اُن عورتوں کے ساتھ اچھی گذر بسر کرو اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں، تو ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور خدا اُس کے اندر کوئی بڑا فائدہ رکھ دے"۔ اور حقیقت ہے کہ انسان بغور دیکھے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ جس بیوی میں وہ خامیاں تلاش کر رہا ہے، اللہ نے اس میں بے شمار

[43] مفتی امجد علی الاعظمی، بہار شریعت ، مکتبہ رضویہ ،کراچی، 2011ء، 79/16
[44] النساء 19:4

خوبیاں بھی تو پیدا کی ہیں۔ لیکن ہمارے معاشرے کی بد قسمتی یہ ہے کہ جو جتنا مرضی اچھا سلوک کر لے جب بگڑتی ہے تو صرف اس کی برائیوں پر نظر رکھی جاتی ہے لیکن اللہ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا اور حکم دیا ہے کہ تم اللہ کے بندے بنو اور اللہ کے بندوں کا کام ہے اپنی عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا، ان کے ساتھ تحمل و برداشت بھری زندگی گزارنا۔

5. خلع کا اختیار

اگر شوہر کے ساتھ زندگی گزارنا ناممکن نظر آئے، صلح کی کوئی صورت نہ بن سکے تو بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عدالت سے خلع حاصل کر کے آزاد ہو جائے۔[45]

6. میراث میں عورت کے حصہ کا تعین

دین اسلام ہر صورت میں اس کا میراث میں حق تسلیم کرتا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالأَقْرَبُوْنَ ص وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالأَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ط نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴾[46]

"جو مال ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ مریں تھوڑا ہو یا بہت اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی۔ یہ حصے اللہ کے مقرر کیے ہوئے ہیں۔"

اسی طرح سے بیواؤں کے حصے کا تعین اور بیٹیوں کا حصہ اسلام کی نگاہ میں ان کے حق کا اعتراف ہی ہے۔

7. نان و نفقہ کی ذمہ داری کا تعین

اسلام نے مردوں کی ذمہ داری لگا دی کہ وہ عورتوں کے معاشی استحکام کے لیے مختلف امور کی پابندی کریں کیونکہ اللہ نے اسی ذمہ داری ہی کی وجہ سے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَبِمَآ أَنْفَقُوْا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾[47]

"مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لیے کہ اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے اور اس لیے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔"

---

45 ابو داؤد ،السنن، حدیث نمبر 2133، جامع ترمذی ، حدیث نمبر1114 اور کتاب عشرۃ النساء،حدیث نمبر 4- 3/

46 النسأ4:7

47 النسأ4:34

مردوں کو حکم ہے کہ وہ عورتوں کو ان کا حق مہر ادا کریں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ﴾[48]
"اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دیا کرو۔"

اسلام نے عورت کے نان نفقے اور بچے کے رضاعت کا خرچ بھی مرد کے ذمہ لگایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾[49]
"اور دودھ پلانے والی عورتوں کا کپڑا اور کھانا دستور کے مطابق باپ کے ذمے ہو گا۔"

اسلام نے اس فعل کو صرف ایک ذمہ داری ہی قرار نہ دیا بلکہ احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے مرد کا عورت کو کھلانے والے ہر نوالے کے بدلے میں اجر کا ذکر فرمایا ہے۔آپ ﷺ نے آخری خطبے، خطبہ حجتہ الوداع میں مردوں کو خصوصی نصیحت کی کہ وہ عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈریں۔اس کے علاوہ اسلام میں عورت کو باعزت طریقے سے شرعی پردے میں رہتے ہوئے تجارت یا کسب معاش سے منع نہیں کیا گیا۔وہ بقدر ضرورت خود بھی اپنے گھر والوں کی کفالت میں حصہ لے سکتی ہے۔الغرض اسلام نے ہر طرح سے عورت کی بہبود اور اس کی معاشی کفالت کے حق کا خیال رکھا ہے۔

8. دینِ اسلام میں طلاق کا تعین

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی ابتداء انسانِ اول سیدنا آدم علیہ السلام سے فرمائی آدم سے ہی سیدہ حواء کو پیدا فرمایا اور اللہ نے ان کے درمیان نکاح کے ذریعے اک تعلق قائم کیا اور اس تعلقِ نکاح کو تاقیامت جاری رکھا لیکن اگر کہیں زندگی میں دونوں فریقین نہ چل سکیں تو طلاق کا رستہ عطا فرمایا کہ دونوں زوجین طلاق کی صورت میں علیحدگی اختیار کر کے زندگی کے لئے بہتر زندگی کا ساتھی منتخب کر سکیں۔

9. طلاق کو ناپسندیدہ قرار دینا

عائلی معاملات میں طلاق کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ہمارے معاشرے میں گھر ٹوٹنے کی اور عائلی زندگی میں بگاڑ کی سب سے بڑی وجہ زوجین کے درمیان تحمل و برداشت کی کمی ہے اور اسلام کے احکامات سے دوری ہے۔ہم اپنے اسلاف کے قول و فعل کو بھول گئے اور ان کو پسِ پشت ڈال دیا اور ہمیں آج یہ دن دیکھنے کو مل رہے ہیں کہ

---

48 النسأ4:4
49 البقرة233:2

عصرِ حاضر کی عائلی عدالتیں ان میں سب سے زیادہ کیسز ہی تنسیخ نکاح کے ہیں یعنی کہ طلاق کے مسائل بڑھتے جا رہے ہیں حالانکہ اللہ کو طلاق سخت ناپسند ہے۔

علامہ آلوسی (ت 1270ھ) سورۃ احزاب کی درج ذیل آیت کے تحت فرفوع و مرسل رویت نقل کرتے ہیں:

﴿يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِناتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَما لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَها۔﴾[50]

"اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بے ہاتھ لگائے چھوڑ دو تو تمہارے لیے کچھ عدت نہیں جسے گنو تو انہیں کچھ فائدہ دو اور اچھی طرح سے چھوڑ دو"۔

علامہ آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں اس آیت کے تحت روایت نقل کرتے ہیں کہ:

«أبو داود وابن ماجة والحاكم والطبراني وابن عدي عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما مرفوعا أبغض الحلال إلى الله الطلاق ورواه البيهقي مرسلا۔»[51]

"سیدنا امام ابو داؤد، امام ابن ماجہ، حاکم، امام طبرانی اور عدی بی حاتم رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مرفوع رویت نقل کی ہے کہ اللہ کو حلال چیزوں میں سخت ناپسند طلاق ہے اور امام بیہقی نے اس رویت کو مرسل کا مقام دیا ہے کہ یہ رویت مرسل ہے۔"

ایک دوسری روایت طلاق سے متعلق ہے جسے امام دار قطنی نے نقل کیا ہے:

«وَمَا خَلَقَ اللَّهُ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَبْغَضَ إِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ. »[52]

"اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کوئی چیز طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ پیدا نہیں فرمائی۔"

مصنف ابن ابی شیبہ نے تھوڑے مختلف الفاظ کے ساتھ یہ رویت نقل کی ہے:

«عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ شَيْءٌ مِمَّا أَحَلَّ اللَّهُ أَبْغَضَ إِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ»[53]

"سیدنا محارب بن دثار سے روایت ہے کہ اللہ کے پیارے رسول نے فرمایا؛ نہیں ہے کوئی بھی شئے حلال چیزوں میں سے اللہ کو ناپسند مگر طلاق۔"

---

50 الأحزاب 49:33

51 شهاب الدين محمود بن عبد الله الألوسي،روح المعاني، دار الكتب العلمية، بيروت 1403 ھ 226/11،

52 أبو بكر عبد الرزاق بن همام بن نافع،المصنف عبد الرزاق ، المجلس العلمي الهند س ،ن، 389/6

53 أبو بكر بن أبي شيبة، المصنف ابن أبي شيبة، مكتبة الرشد الرياض 1401ھ، 187/4

اللہ کے ہاں حلال چیزوں میں سے سب سے ناپسندیدہ شئے جس کو اللہ نے حلال کیا ہے مگر اس کو ناپسند بھی فرمایا ہے وہ ہے طلاق جس کا ہمارے معاشرے میں رجحان بہت زیادہ بڑھتا جا رہا ہے اور اس کی روک تھام کیلئے ضروری اقدامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم اپنے معاشرے میں اس کی وجوہات کو کنٹرول کریں اور طلاق کی سب سے بڑی وجوہات میں سے بڑی وجہ عدمِ تحمل وبرداشت ہے کہ گھر میں اگر کوئی چھوٹی سی بھی غلطی ہو جاتی ہے بالخصوص عورت سے تو مرد آگ بگولہ ہو کر طلاق کی طرف دوڑتا ہے اور جب ہوش آتا ہے تو وقت ہاتھ سے نقل چکا ہوتا ہے اور پھر مختلف تاویلیں تیار کی جاتی ہیں اور بعض تو دیکھنے میں یہاں تک بھی آیا ہے کہ فوری تھوڑی بہت جب عقل آتی ہے تو مطلقہ عورت جسے وہ طلاق دے چکا ہوتا ہے، طلاق سے ہی انکار کر دیتا ہے اور یوں وہ زنا بھری زندگی اسی زوجہ کے ساتھ گزارتا ہے اور اپنی غلطی کو سزا اس کو بھی دیتا ہے جس کا زندگی میں کوئی خاص قصور بھی نہیں ہوتا ہے۔

10. طلاق کے احکام کا تعین

قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں طلاق کی نوعیت کے اعتبار سے اللہ نے مختلف احکام نازل فرمائے سب سے پہلا مرحلہ طلاق کا یہ ہے کہ اگر ایک مرد ایک عورت کے ساتھ نکاح کرتا ہے اور وہ اسے رخصتی سے قبل ہی طلاق دے دیتا ہے کہ اس مرد نے اس عورت کو ہاتھ تک نہیں لگایا تو اس صورت میں عورت پر کوئی عدت نہیں ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِناتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَما لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَها﴾[54]

"اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بے ہاتھ لگائے چھوڑ دو تو تمہارے لیے کچھ عدت نہیں جسے گنو تو انہیں کچھ فائدہ دو اور اچھی طرح سے چھوڑ دو"۔

قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں طلاق سے متعلقہ مختلف احکام و مسائل ہیں جن کے بارے میں اللہ نے آیات اتاری اور اللہ نے اپنی نبی کو ہر معاملے میں بذریعہ وحی گائیڈ کیا، طلاق کے معالات کی تمام آیات اگر یہاں پر نقل کی جائیں تو طوالت کا خدشہ ہے لہذہ ایک ہی آیت پر اکتفا کرتے ہیں اور اس کی وضاحت میں فرمان نبوی ہے۔

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کے تحت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (ت 1270ھ) فرفوع و مرسل رویت نقل کرتے ہیں۔

علامہ آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں اس آیت کے تحت روایت نقل کرتے ہیں کہ:

---

54 الأحزاب 49:33

«أبو داود وابن ماجة والحاكم والطبراني وابن عدي عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما مرفوعا أبغض الحلال إلى الله الطلاق ورواه البيهقي مرسلا.»[55]

"سیدنا امام ابو داؤد، امام ابن ماجہ، حاکم، امام طبرانی اور عدی بی حاتم رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مرفوع روایت نقل کی ہے کہ اللہ کو حلال چیزوں میں سخت ناپسند طلاق ہے اور امام بیہقی نے اس روایت کو مرسل کا مقام دیا ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ طلاق جائز ہے لیکن اللہ کو پسند نہیں ہے اور اس حدیث میں لفظ" الحلال إلى الله " اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سے ،، سے مراد ہے کہ طلاق حلال ہے اور اللہ کو پسند نہیں لیکن ضرورت کے تحت جائز رکھی گئی ہے، بغیر ضرورت طلاق دینا بہت بری بات ہے اس لیے کہ نکاح تو آپس میں الفت و محبت اور میاں بیوی کی راحت کے لیے ہوتا ہے اور طلاق سے ان نیک مقاصد کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور اللہ جل جلالہ کی نعمت کی ناشکری ہوتی ہے، دونوں کو پریشانی ہوتی ہے، آپس میں دشمنی ہوتی ہے، نیز اس کی وجہ سے بیوی کے رشتہ داروں سے بھی دشمنی پیدا ہو جاتی ہے، جہاں تک ہو سکے ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیے، میاں بیوی کو ایک دوسرے کو برداشت کرنا چاہیے اور پیار و محبت سے رہنا چاہیے۔

مفتی زین الاسلام قاسمی ایک حدیث لکھتے کہ:

"شیطان اپنے تخت کو پانی پر بچھاتا ہے، پھر لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے، اُن لشکر والوں میں سے رتبہ کے اعتبار سے شیطان کے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوتا ہے، جو اُن میں سب سے زیادہ فتنہ باز ہو، یعنی: سب سے زیادہ پسندیدہ وہ چیلا ہوتا ہے، جو سب سے بڑا فتنہ برپا کرے، اُن میں سے ایک آکر کہتا ہے: میں نے یہ فتنہ برپا کیا اور یہ فتنہ برپا کیا، شیطان کہتا ہے: تونے کوئی بڑا کام نہیں کیا، ایک آکر کہتا ہے: میں نے فلاں شخص کو اُس وقت تک نہیں چھوڑا یہاں تک کہ میں نے اُس کے اور اُس کی بیوی کے درمیان جدائی کرادی، تو شیطان اُس کو اپنے قریب کرلیتا ہے اور اپنے گلے سے لگاکر کہتا ہے "ہاں تونے بہت بڑا کام کیا"[56]

خلاصہ یہ ہے کہ طلاق اسلام کی نظر میں ناپسندیدہ عمل ہے، بلاضرورت اس کا ارتکاب کرنا عرشِ الٰہی کو ہلانا اور شیطان کو خوش کرنا اور عورت کا بلاضرورت طلاق کا مطالبہ جنت کی خوشبو سے محرومی کا سبب ہے۔

---

[55] الألوسي ،روح المعاني ،226/11

[56] زین الاسلام قاسمی، اسلام کا مستحکم قانونِ طلاق، زمزم پبلشرز،لاہور، 2011ء، ص56

11. طلاق کے طریقہ کار کا تعین

اللہ نے عائلی زندگی کے ہر معاملے میں فریقین کو برداشت سے کام لینے اور معاملات کو خوش اسلوبی کے ساتھ حل کرنے کا طریقہ بھی بتایا اور حکم بھی دیا، لیکن اگر معاملات پھر بھی کنٹرول سے باہر ہو جائیں تو طلاق دے دے، طلاق کے معاملات میں علماءِ امت میں کثیر اختلاف ہے مگر وہ اختلاف ہمارا موضوع نہیں اس لئے ان اختلافات سے ہٹ کر طلاق کا جو طریقہ ہے وہ یہ ہے۔

- اول: بیوی کو صاف لفظوں میں صرف ایک طلاق دی جائے، شوہر بیوی سے کہے" میں نے تجھے طلاق دی "۔
- دوم: طلاق اس وقت دی جائے، جب عورت پاک ہو یعنی، اُس کو ماہواری نہ آرہی ہو اور اُس پاکی کے زمانے میں صحبت نہ کی گئی ہو،؛ کیونکہ ماہواری کے دوران طلاق دینا گناہ ہے اور اگر صحبت کرنے کے بعد طلاق دی جائے گی، تو ممکن ہے کہ حمل ٹھہر جانے کی وجہ سے اُس کی عدت لمبی ہو جائے، جو عورت کے لیے مشقت اور پریشانی کا سبب ہے۔

طلاق دینے کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے، اگر لوگ طلاق دینے کے اسی طریقہ کو اختیار کریں، تو طلاق کی وجہ سے پیش آنے والے مسائل پیدا نہ ہوں، اس لیے کہ عام طور پر وقتی تکلیف اور عارضی اختلاف کی وجہ سے غصے میں آدمی طلاق دے ڈالتا ہے، لیکن بعد میں دونوں کو اس کا شدید احساس ہوتا ہے اور طلاق کے باوجود ایک دوسرے کی محبت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی، بلکہ کبھی پہلے سے زیادہ اس میں اضافہ ہو جاتا ہے، پھر دونوں پریشان ہوتے ہیں اور دوبارہ ازدواجی زندگی قائم کرنا چاہتے ہیں، دونوں کے خاندان والوں کی بھی یہی خواہش رہتی ہے اور اگر سوچ سمجھ کر طلاق دی گئی ہو، تو بھی مذکورہ طریقہ کے خلاف اختیار کرنے میں مختلف قسم کی پریشانیاں پیش آتی ہیں۔

ان دشواریوں کا حل یہی ہے کہ بدرجۂ مجبوری صرف ایک طلاق دی جائے، اس لیے کہ ایک طلاق دینے کی صورت میں شوہر کے لیے عدت کے اندر اندر ہی رجوع (یعنی دوبارہ نکاح کے بغیر بیوی کو اپنے نکاح میں واپس لینے)کا اختیار رہتا ہے۔

اور اگر شوہر نے عدت کے اندر رجوع نہیں کیا، تو عدت گذرنے کے بعد بیوی اگرچہ اُس کے نکاح سے نکل جاتی ہے، لیکن دونوں کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ نئے سرے سے دوبارہ نکاح کرنے کی گنجائش رہتی ہے، اس صورت میں حلالۂ شرعی شرط نہیں ہے۔

طلاق دینے کا سب سے بہتر اور افضل طریقہ بیان کیا جاچکا ہے کہ مجبوری اور سخت ضرورت کے وقت بیوی کی پاکی کی حالت میں جس میں اُس کے ساتھ صحبت نہ کی ہو، صریح لفظوں میں ایک طلاق دینی چاہیے۔ لیکن بسا اوقات آدمی تحمل و برداشت کے دامن کو چھوڑ کر تین طلاق دے کر رشتۂ نکاح اس طرح ختم کرنا چاہتا ہے کہ اس کے لیے رجوع اور تجدید نکاح کا موقع آئندہ باقی نہ رہے۔ ایسی صورت میں بھی شریعتِ اسلامی کی تعلیم یہ ہے کہ یکبارگی تین طلاق نہ دی جائے۔ بلکہ پاکی کی حالت میں صبر تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک طلاق دے کر غور و فکر کیا جائے لیکن اگر حالات صحیح نہ ہو سکیں تو ایک ماہواری گذرنے کے بعد دوسری پاکی کی حالت میں دوسری طلاق دیدی جائے، قربان جائیں اسلام کے ان قوانین پر کہ اسلام کا قانونِ تحمل و برداشت، صبر یہ چاہتا ہے کہ اللہ پر ایمان رکھنے والے دو انسانون کی زندگیان ٹوٹنے نہ پائیں اور ایک بار پھر غور و فکر کا حکم دیا جاتا ہے اور اس عمل کیلیے ایک ماہ کا ٹائم دیا گیا ہے ، اگر اب بھی حالات قابو میں نہ آسکیں اور تیسری طلاق دے کر رشتۂ نکاح کو بالکل ختم کرنے ہی میں دنیا اور آخرت کی بھلائی نظر آئے، تو دوسری ماہواری گذرنے کے بعد تیسری پاکی کی حالت میں تیسری طلاق دیدی جائے۔ اس کے بعد رشتۂ نکاح بالکل ختم ہو جائے گا، اب مرد اور عورت دونوں ایک دوسرے کے لیے حرام ہو جائیں گے اور دونوں کے لیے آپس میں دوبارہ نکاح کرنا اسی صورت میں ممکن ہو سکے گا، جب کہ مطلقہ بیوی عدت کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لے اور دوسرا مرد صحبت بھی کر لے، پھر یا تو بقضائے الٰہی انتقال کر جائے یا طلاق دیدے، ایسی صورت میں دوبارہ عدت گزارنے کے بعد ہی نکاح کی گنجائش نکل سکے گی، اس کے بغیر ازدواجی تعلق قائم کرنے کی کوئی شکل نہ ہوگی۔

12. تین طلاق کا طریقہ

اسلام میں تین طلاق دینے کا یہ اصل اور بہتر طریقہ ہے، اس طریقہ میں اگر غور کیا جائے، تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اسلام کا نظامِ طلاق کتنی گہرائی اور مصالحت پر مبنی ہے، رشتۂ نکاح کو بالکل ختم کرنے کے لیے اسلام نے کم و بیش تین مہینے کی لمبی مدت غور و فکر کرنے کی تعلیم دی ہے اور تحمل و برداشت کے ساتھ اس نازک مرحلے کو طے کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ مکمل انشراح اور بصیرت کے ساتھ فیصلہ لیا جاسکے، اتنے بڑے اور آخری فیصلے کے لیے

ظاہر ہے کہ ایسا وقفہ ہونا چاہیے جس میں آدمی کی زندگی معمول پر آجائے، وقتی حالات اور مسائل کا تاثر ختم ہو جائے اور مخلصین اور بڑوں سے مشورہ اور مذاکرہ کے بعد کوئی قدم اٹھایا جاسکے۔

"دینِ فطرت ہے یہ دین آفاقی دین ہے اور اس میں اور اس کے تمام احکامات میں جامعیت پائی جاتی ہے اور اسلام کے دین فطرت ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام پر عمل کرنا فطری و طبعی اُمور کی طرح آسان و سہل ہے، اس کے بنیادی و اساسی احکام کی تکمیل میں کسی قسم کی دقت و پیچیدگی نہیں آفاقیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ ساری انسانیت کیلئے بلالحاظ رنگ و نسل، ملک و وطن یکساں قابل عمل ہے، وہ کسی مخصوص زمان و مکان تک محدود نہیں، نہ اس کو جغرافیائی حدود میں مقید کیا جاسکتا ہے، اس کی تعلیمات واحکامات قیامت تک کی ساری انسانیت کیلئے بہ یک وقت یکساں و قابل نفاذ ہیں۔ جامعیت سے مراد یہ ہے کہ وہ ایک ایسا جامع دین ہے جس کے دامن میں دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں و خوبیاں موجود ہیں، کوئی خیر ایسا نہیں ہے جو اس میں موجود نہ ہو۔"[57]

دینِ اسلام کے فطرتی قوانین میں سے قانون طلاق بھی ہے جو کہ سراسر انسان ہی کی بھلائی اس کے مفاد کے گرد گھومتا ہوا نظر آتا ہے۔ بغور دیکھیں تو قانونِ طلاق میں تحمل و برداشت کی روش ہر مرحلے پر پائی جاتی ہے کہ پہلے پہل اگر میاں بیوی کے حالات خراب ہوں تو حکم ہے کہ صلح کرلی جائے درگزر سے کام لیا جائے، لیکن اگر پھر بھی نہیں سنبھل پاتے تو بڑوں کی ایک بیٹھک بٹھالی جائے اور معاملات کو حل کرلیا جائے، لیکن اگر پھر بھی مسئلہ حل نہیں ہوتا ہوا نظر آتا ہے تو پھر ایک طلاق دے دی جائے ہوسکتا ہے ٹوٹتا ہوا بندھن دیکھ کر فریقین میں سے کسی کے دل میں دوسرے کو مائل کرنے کی سوچ پیدا ہو جائے، یوں اس آخری مرحلے کو بھی تین ماہ کا ٹائم دیا گیا ہے۔ لیکن اگر کوئی ان تمام مراحل کو پسِ پشت ڈال کر ایک ساتھ ہی تین طلاق دے دیتا ہے تو اسلام نے اس کے اس فعل کو گناہ سے تعبیر کیا ہے۔ حدیثِ نبوی ﷺ ہے:

«مَحْمُودَ بْنَ لَبِيدٍ، قَالَ: أُخْبِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ جَمِيعًا، فَقَامَ غَضْبَانًا ثُمَّ قَالَ: «أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللَّهِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟» حَتَّى قَامَ رَجُلٌ وَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا أَقْتُلُهُ؟»[58]

"حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ کو پتہ چلا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دے دی ہیں تو آپؐ غصہ کی حالت میں اُٹھے اور فرمایا: کیا میرے ہوتے ہوئے اللہ کی

57 زین الاسلام قاسمی، اسلام کا مستحکم قانونِ طلاق، ص56

58 النسائي،ا لسنن الصغرى ،142/6

کتاب سے کھیلا جارہا ہے، یہ سن کر ایک آدمی نے کہا: اے اللہ جل جلالہ کے رسول ﷺ! کیا میں اسے قتل نہ کر دوں۔"

اللہ جل جلالہ کے پیارے رسول ﷺ کا اظہارِ ناراضگی، اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کو ایسے نازک موقع پر تحمل و برداشت کا دامن چھوڑ دینا بالکل پسند نہیں ہے۔ اللہ اور اسکا رسول جو بھی عائلی قوانین لائے ان میں سراسر ایک مسلمان کی بھلائی ہی بھلائی ہے اور سکون ہی سکون ہی سکون ہے۔

13. فسخ نکاح کا تعین

اسلام میں شادی کے معاملے میں عورت (کنواری، مطلقہ اور بیوہ) کی مرضی کا خیال رکھا جاتا ہے اور اس معاملے میں اس پر کوئی جبر نہیں۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بیوہ عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ لی جائے اور کنواری عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت نہ مل جائے۔ صحابہ نے کہا؛ یارسول اللہ ﷺ کنواری عورت اذن کیونکر دے گی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ وہ خاموش رہ جائے۔ یہ خاموشی اس کا اذن سمجھی جائے گی۔[59]

14. بیوہ کو نکاح کا اختیار

بیوہ عورت کے نکاح کا ذکر قرآن میں یوں ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًاج فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾[60]

"اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں تو عورتیں چار مہینے اور دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں اور جب یہ مدت پوری ہو جائے اور اپنے حق میں پسندیدہ کام یعنی نکاح کریں تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔

یہی حکم طلاق یافتہ عورت کا بھی ہے۔ اسی طرح سے اگر کسی عورت کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر ہو جائے تو وہ اس نکاح کو باطل بھی کر سکتی ہے۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ ایک انصاری عورت خنسأ بنت خذام انصاریہؓ کا نکاح

---

[59] بخاري ،الجامع الصحيح،37/2

[60] البقرة37:2

ان کے والد نے کر دیا تھا۔ وہ ثیبہ تھی، انہیں یہ نکاح منظور نہیں تھا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس نکاح کو فسخ کر ڈالا۔[61]

خلاصہ تحقیق

انسان اپنی زندگی بسر کرنے کیلیئے سماجی تعلقات کا محتاج ہے انسان اپنے وجود، پرورش، تعلیم، صحت غرضیکہ زندگی کے تمام معاملات میں قدم بقدم دم مرگ تک جہاں اپنے خالق کائنات کی خاص عنایتوں کے مرہون منت ہے وہاں ایک دوسرے کیساتھ سماجی تفاعل کا احتیاج بھی رکھتاہے، انسان بطور سماجی رکن اپنے وجود کے فورابعد جس معاشرتی ادارے کا محتاج ہوتا ہے وہ ادارہ "عائلی خاندان" کہلاتا ہے۔ یہی وہ ادارہ ہوتا ہے جو انسان کی جسمانی، روحی، اخلاقی اور فکری پرورش کی بنیاد رکھتا ہے اس ادارے میں رہن سہن کے طور طریقوں کو عائلی نظام زندگی کہا جاتا ہے۔ عائلی زندگی ہی انسانی شخصیت کی پہلی اینٹ رکھتی ہے اور اسکی تعمیر سازی کا آغاز کرتی ہے۔ عائلی زندگی کی بنیادی ایکائی کی حیثیت میاں بیوی کو حاصل ہے، انہی کے ازدواجی تعلقات سے اس زندگی کی ابتداء ہوتی ہے۔

مسلم معاشرہ نہ صرف مسلم افراد بلکہ غیر مسلم افراد پر بھی مشتمل ہو سکتا ہے۔ اس لئے سامی ادیان میں بھی عائلی زندگی کی بنیادی اکائی والدین ہیں۔ یہودی تعلیمات میں والدین کی عظمت کو تسلیم کیا جاتا ہے اور ان کے حقوق سے متعلق بچوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے والدین کا اتباع کریں۔ والدین کا احترام کرنے سے ہمیں خود بھی فائدہ ہوتا ہے۔ بائبل میں نہ صرف اختیار والوں کا حکم ماننے کو کہا گیا ہے بلکہ ساتھ میں اِس کے فائدے بھی بتائے گئے ہیں۔

یہودی تعلیمات میں بھی شوہر عورت کا نگران ہے۔ اس لئے عورت پر لازم ہے کہ وہ شوہر کے حقوق اپنے پر لازم کرلے۔ یہودی معاشرے میں خاندان کی ذمہ داریوں میں بیوی اختیارات میں شوہر کی شریک ہے۔ "بیوی اپنے شوہر کی مددگار ہے۔ یہودی مذہب میں اگر شوہر کوئی ایسا فیصلہ کرے جو بیوی کو پسند نہیں ہے تو بیوی کو اختیار ہے کہ وہ احترام سے اپنی رائے پیش کر سکتی ہے لیکن پھر بھی وہ اُس کے ساتھ تعاون کرے گی۔ یہودی معاشرے میں معاشرتی حقوق میں سے ہے کہ اپنے گھر کا ماحول خوشگوار رکھا جائے جس سے معاشرے کے لوگ خوش ہوتے ہیں اِس کے علاوہ اُن کے ماں باپ بھی خوش ہوتے ہیں اور اُن کی نیک نامی ہوتی ہے۔ آجکل اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ماں یا

---

[61] بخاري ،الجامع الصحيح، حديث٥١٣٨-321/6

باپ اکیلے میں بچوں کی پرورش کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں یہ اَور بھی ضروری ہے کہ بچے اپنی ماں یا اپنے باپ کے فرمانبردار ہوں، اُس کے ساتھ تعاون کریں اور اُس کی مدد کریں۔ والدین کے ساتھ ساتھ سب بڑوں کی عزت کرنے کا اختیار دیا گیا ہے جو کہ بڑوں کا حق بھی ہے۔ معاشرتی اختیارات کے اعتبار سے مرد گھر کا نگران ہے اور گھر کے تمام حقوق پورے کرنا مرد کا کام ہے کیونکہ یہوواہ خدا نے محنت کرنے کی بہترین مثال قائم کی ہے۔

مسیحیت میں سے جو لوگ متعصب ہے، ان کا کا یہ قاعدہ رہا ہے کہ وہ ہر اچھی چیز ، حقوق و فرائض کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ نعمت ہمارے ذریعے سے دنیا کو ملی ہے ورنہ دنیا ان چیزوں سے ناآشنا اور نری جہالت میں مبتلا تھی اور کسی کو کچھ اختیار حاصل نہ تھا۔ مسیحیت نے بھی معاشرتی حقوق و فرائض کی جو وضاحت پیش کی وہ ان کی من مانی ہے کہ جہاں چاہا تحریف کرڈالی۔ لیکن پھر بھی کچھ معاشرتی حقوق و فرائض سے متعلق اختیارات کا تصور مسیحیت میں ملتا ہے جس میں الہامی رنگ نظر آتا ہے۔

گھر کے افراد کے حقوق و فرائض کی ادائیگی میں مرد بحیثیت باپ سب سے بڑا ذمہ دار ہے اور اسے تمام افراد پر اختیار دیا گیا ہے۔ مسیحی باپ اپنے بچوں کے ساتھ اِس طرح سے پیش آتا ہے جس طرح مسیح کلیسیا کے ساتھ پیش آتا ہے۔ معاشرتی گھریلو ذمہ داریوں میں ماں شریک ہے مگر ماں کا درجہ شوہر سے کم ہے اور اسے شوہر کی نسبت کم اختیارات حاصل ہیں تاکہ وہ سکھی رہے۔ مسیحی عورت ایکا اختیار شوہر کے اختیار سے کم ہے۔بیوی اپنے شوہر کی حمایت کرنے سے اُس کے لئے احترام ظاہر کرتی ہے معاشرے کی سب سے پہلی اینٹ گھر ہوتا ہے اور گھر کی ذمہ داریوں میں ہے کہ اہل خانہ کے ساتھ نرمی کا رویہ کیا جائے۔

اسلام نہ تو جنسی لذت کو اصل مقصود حیات قرار دیتا ہے اور نہ اس جذبے کو شر محض قرار دے کر اس کی بیخ کنی چاہتا ہے، افراط و تفریط کی ان دونوں انتہاؤں سے اسلام کا دامن پاک ہے اور اس کا معتدل نظام ازدواج اس پر شاہد عدل ہے اور وہ ہے "نکاح" کا طریقہ جس کو اللہ نے تمام انسانوں کیلیے ہم جنس کے ساتھ جنسی زندگی کی تسکین کے لئے متعارف کرایا اور اسکا قرآن میں حکم بھی دیا۔ دینِ اسلام میں مرد کو صرف چار شادیوں کا اختیار دیا گیا ۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ نے اس عائلی زندگی سے متعلقہ احکام کو ایک جامع حکمتِ عملی کے تحت بنایا اور انسانی نسل کی بقاء اوراس کے تحفظ کے ساتھ ساتھ اللہ کے اس نظام میں انسانی فطری تقاضوں کا بھی خیال رکھا اور مقصدِ حیات کے تحت اس نظام کو تشکیل دیتے ہوئے ایک ہی وقت میں چار شادیوں کا اختیار دیا گیا۔ مرد کو حکم ہے کہ وہ عورت کا حق مہر ادا کرے اگر شوہر کے ساتھ زندگی گزارنا ناممکن نظر آئے، صلح کی کوئی صورت نہ بن سکے تو بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عدالت سے خلع حاصل کر کے آزاد ہو جائے۔ دین اسلام ہر صورت میں اس کا

میراث میں حق تسلیم کرتا ہے۔ اسلام نے مردوں کی ذمہ داری لگادی کہ وہ عورتوں کے معاشی استحکام کے لیے مختلف امور کی پابندی کریں کیونکہ اللہ نے اسی ذمہ داری ہی کی وجہ سے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے۔ بیوہ عورت کے نکاح کا ذکر قرآن میں یوں ہے اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں تو عورتیں چار مہینے اور دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں اور جب یہ مدت پوری ہو جائے اور اپنے حق میں پسندیدہ کام یعنی نکاح کریں تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔

نتائج وفوائد

اس تحقیقی مقالہ کے فوائد ونتائج حسبِ ذیل ہیں:

1. عائلی زندگی ہی انسانی شخصیت کی پہلی اینٹ رکھتی ہے اور اسکی تعمیر سازی کا آغاز کرتی ہے۔
2. عائلی زندگی کی بنیادی اکائی کی حیثیت میاں بیوی کو حاصل ہے،انہی کے ازدواجی تعلقات سے اس زندگی کی ابتداءہوتی ہے۔
3. یہودی تعلیمات میں والدین کی عظمت کو تسلیم کیا جاتا ہے۔
4. یہودی تعلیمات میں بچوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے والدین کا اتباع کریں۔والدین کا احترام کرنے سے ہمیں خود بھی فائدہ ہوتا ہے۔بائبل میں نہ صرف اختیار والوں کا حکم ماننے کو کہا گیا ہے بلکہ ساتھ میں اِس کے فائدے بھی بتائے گئے ہیں۔
5. یہودی تعلیمات میں بھی شوہر عورت کا نگران ہے۔اس لئے عورت پر لازم ہے کہ وہ شوہر کے حقوق اپنے پر لازم کرلے۔
6. یہودی معاشرے میں خاندان کی ذمہ داریوں میں بیوی اختیارات میں شوہر کی شریک ہے۔"بیوی اپنے شوہر کی مددگار ہے۔
7. یہودی مذہب میں اگر شوہر کوئی ایسا فیصلہ کرے جو بیوی کو پسند نہیں ہے تو بیوی کو اختیار ہے کہ وہ احترام سے اپنی رائے پیش کر سکتی ہے۔
8. یہودی تعلیمات میں والدین کے ساتھ ساتھ سب بڑوں کی عزت کرنے کا ختیار دیا گیا ہے جو کہ بڑوں کا حق بھی ہے۔

9. مسیحیت میں سے گھر کے افراد کے حقوق و فرائض کی ادائیگی میں مرد بحیثیت باپ سب سے بڑا ذمہ دار ہے۔

10. مسیحی باپ اپنے بچوں کے ساتھ اِس طرح سے پیش آتا ہے جس طرح مسیح کلیسیا کے ساتھ پیش آتا ہے۔

11. مسیحیت میں معاشرتی گھریلو ذمہ داریوں میں ماں شریک ہے مگر ماں کا درجہ شوہر سے کم ہے اور اسے شوہر کی نسبت کم اختیارات حاصل ہیں تاکہ وہ سکھی رہے۔

12. مسیحی عورت ایکا اختیار شوہر کے اختیار سے کم ہے۔ بیوی اپنے شوہر کی حمایت کرنے سے اُس کے لئے احترام ظاہر کرتی ہے۔

13. اسلام نہ تو جنسی لذت کو اصل مقصود حیات قرار دیتا ہے اور نہ اس جذبے کو شر محض قرار دے کر اس کی بیخ کنی چاہتا ہے، افراط و تفریط کی ان دونوں انتہاؤں سے اسلام کا دامن پاک ہے اور اس کا معتدل نظام ازدواج اس پر شاہد عدل ہے۔

14. دینِ اسلام میں مرد کو صرف چار شادیوں کا اختیار دیا گیا۔

15. اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ نے اس عائلی زندگی سے متعلقہ احکام کو ایک جامع حکمتِ عملی کے تحت بنایا اور انسانی نسل کی بقاء اور اس کے تحفظ کے ساتھ ساتھ اللہ کے اس نظام میں انسانی فطری تقاضوں کا بھی خیال رکھا۔

16. اسلام میں مقصدِ حیات کے تحت اس نظام کو تشکیل دیتے ہوئے ایک ہی وقت میں چار شادیوں کا اختیار دیا گیا۔

17. اسلام میں مرد کو حکم ہے کہ وہ عورت کا حق مہر ادا کرے ۔

18. اگر شوہر کے ساتھ زندگی گزارنا ناممکن نظر آئے، صلح کی کوئی صورت نہ بن سکے تو بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عدالت سے خلع حاصل کر کے آزاد ہو جائے۔

19. دین اسلام ہر صورت میں اس کا میراث میں حق تسلیم کرتا ہے۔

20. اسلام میں بیوہ عورت کے نکاح کا ذکر قرآن میں یوں ہے اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں تو عورتیں چار مہینے اور دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں اور جب یہ مدت پوری ہو جائے اور اپنے حق میں پسندیدہ کام یعنی نکاح کریں تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔

تجاویز وسفارشات

اس موضوع سے متعلق تجاویز وسفارشات حسبِ ذیل ہیں:

1. عائلی زندگی کے اعتبار سے سامی ادیان میں میں بنیادی میاں بیوی کی ہے انہیں مضبوط مسلم معاشرے کی بنیاد رکھنی چاہیے۔
2. سامی ادیان میں میں بھی شوہر عورت کا نگران ہے اس کے گھریلو حقوق کو تسلیم کیا جائے۔
3. سامی ادیان میں جو بیوی کو پسند نہیں ہے تو بیوی کو اختیار ہے کہ وہ احترام سے اپنی رائے پیش کر سکتی ہے۔ اس کی آراء کو تسلیم کیا جائے۔
4. سامی ادیان میں بچوں کو چاہیے کہ وہ اس والد کے مرتبہ کو اپنے مذہب کا حصہ سمجھیں۔
5. دینِ اسلام میں مرد کو صرف چار شادیوں کا اختیار دیا گیالہذا اسے عار نہ سمجھا جائے۔
6. چار شادیوں کو گنجائش ہو تو اس سنت پر عمل کیا جائے تاکہ مسلم معاشرے کی عورتوں کو تحفظ فراہم ہو۔
7. اسلام میں مرد کو حکم ہے کہ وہ عورت کا حق مہر ادا کرے ۔لہذہ اس کی ادائیگی لازم سمجھی جائے۔
8. دین اسلام ہر صورت میں اس کا میراث میں حق تسلیم کرتا ہے۔اس لئے خواتین کی وراثت کا حصہ انہیں دیا جائے۔
9. اسلام میں بیوہ عورت کے نکاح کا ذکر قرآن میں یوں ہے اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں تو عورتیں چار مہینے اور دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں اور جب یہ مدت پوری ہو جائے اور اپنے حق میں پسندیدہ کام یعنی نکاح کریں تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔لہذہ بیوہ کے نکاح کو ایک عب نہ تصور کیا جائے۔

مصادر و مراجع

القرآن ِکریم

انجیلِ مقدس

آلوسي، شهاب الدين محمود بن عبد الله، تفسير روح المعاني، دار الكتب العلمية بيروت 1423ھ

ابو بکر، عبد الرزاق ابن نافع، المصنف عبد الرزاق،، دار الكتب العلمية، بیروت، الطبعة الثانية، 1420ہ

اسرار احمد، ڈاکٹر، شادی بیاہ کی تقریبات، منشورات لاہور 2011ء

اشتیاق احمد، ڈاکٹر، مذہبی رواداری اور برِ صغیر، اسلام بک ڈپو دہلی 1998ء

اصفهاني، الحسين بن محمد المعروف بالراغب ، المفردات في غريب القرآن، دار القلم، دمشق الطبعة الثانية، 1401ھ-

اصلاحی، صدرالدین، اسلام ایک نظر میں، مکتبہ داستانِ حرم کانپور انڈیا، 2010ء

الاعظمی امجد علی،، مفتی، بہار شریعت، مکتبہ رضویہ کراچی، 2016ء

اعلیٰحضرت، امام احمد رضا خان، فتاویٰ رضویہ، مکتبۃ المدینہ کھارادر کراچی، 2014ء-

افريقي، جمال الدين الأنصاري، لسان العرب، دار صادر بيروت، الطبعة الثالثة 1414ھ-

اندلسی، عبداللہ اسدی، مختصر تصحيح، دار التوحيد، دار أهل السنة الرياض 1420ھ

برکاتی، کلیم اللہ، سیرتِ عائشہ، ادارہ اسلامیات، لاہور 2021ء

سعیدی، غلام رسول، علامہ، تبیان القرآن، فرید بک سٹال اردو بازار لاہور، 2007ء

سليمان بن الأشعث بن إسحاق، سنن أبي داود، المكتبة العصرية، صيدا، بيروت 1419ھ-

صابر حسین سراج، عائلی نظام زندگی کے رہنما اصول، مکتبہ اہلبیت کراچی 1996ء

صدیقی، ڈاکٹر ظہیر احمد، اخلاقیات ایرانی ادبیات میں، ادرہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور 2011ء

طبراني، أبو القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب، المعجم الكبير، مكتبة ابن تيمية، القاهرة، الطبعة الثانية

عبد الرزاق بن نافع الصنعاني، آثار الصحابة، مكتبة القرآن القاهرة بيروت الطبعة الأولى، 1419ھ-

علوی، ثریا بتول، اسلام میں عورت کا مقام، اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی، 2019ء

قادری، محمد طاہر، ڈاکٹر، اسلام میں عورت کا مقام، منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور، 2015ء

قزويني، أبو عبد الله محمد بن يزيد، سنن ابن ماجه، دار إحياء الكتب، العربية 1409ھ

لیمو، عائشہ، اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ، ادارہ مطبوعاتِ خواتین لاہور، 2013ء

محمد بن محمد بن محمد ابن عبد الكريم، جامع الأصول في أحاديث الرسول، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية، 1420ھ

محمد راشد، دنیا میں شادی بیاہ کی مختلف رسوم و رواج، مکتبہ اسلامیہ لاہور 2016ء

مفتی شفیع، فقہ اسلامی اصول، خدمات اور تقاضے، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور 2014ء

نغمہ پروین، عورتوں کے حقوق سیرت النبی کی روشنی میں، علی گڑھ یونیورسٹی علی گڑھ 1998ء